عہد نبویؐ اور دورِ حاضر میں خواتین کی پیشہ ورانہ سرگرمیوں کا تقابلی جائزہ

بشریٰ سبحان*

Abstract

Islamic society introduces its followers with their own identity. In Muslim society male acts as the protector and a female is considered as the backbone of the family. The discussion about the emerging role of Muslim women as professional or career oriented, their equal opportunities and challenges has vital importance in the Muslims platform. The present paper discusses with such issues that how and to what extent is social justice understood and applied to professional women in Muslim Society? Though the Islamic law provides her full protection and presents varied examples in supporting these issues. Even though, the obvious disparity of rights are found among different aspects of social justice.

There are different questions arises regarding this, as how can the intellectual level of women is less than a man, while at absence of the man, the woman is responsible for her home as the protector, guardian and as a reformer? How can be the Muslim woman considered unreliable in specific societal matters, however the one fourth portion of the "Shariah" is depend upon Hazrat Ayesha's jurisprudence? Why there is no consideration of mental torture as social injustice that is one aspect of domestic violence? Whereas the

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر،ٹیکسلا انسٹیٹیوٹ آف ایشین سٹڈیز، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

reality of human is the combination of soul and body. Despite facing such challenges, women continuously contribute efforts with full of determination in history and present will definitely show marvelous success in future.

Actually, the difference between the two opposite genders, their behaviors like tension, intensity, pleasure, beauty, deformities, affections and abhorrence are natural responses depending upon their current circumstances. The need is to promote tolerance and positive behaviors from both sides for the stability of the family system.

خواتین مسلم معاشرہ کی ایک فعال رکن ہے۔ عورت کی تربیت بہترین قیادت کے وجود کی ضامن ہے۔ وہ دنیا کی آبادی کا تقریباً نصف حصہ ہے اگر اس کی صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لایا گیا تو نصف آبادی کے غیر فعال ہونے کے باعث یہ دنیا اقتصادی و معاشی بحران کا شکار ہو جائے گی جبکہ دوسری طرف یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ہر معاشرہ اپنے اپنے مخصوص مذہبی عقائد و رسم و رواج سے بھی مقید ہے۔ انہیں میں سے ایک اسلامی معاشرہ ہے جو اپنے متبعین کو ایک مخصوص تشخص سے متعارف کرواتا ہے۔ جس میں خاندان کی ساخت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مرد کو خاندان کا سربراہ اور عورت کا محافظ اور کفیل قرار دیا گیا ہے جب کہ عورت کو خاندان میں ریڑھ کی ہڈی سی حیثیت حاصل ہے۔ بلاشبہ مرد عورت کی تمام ضرورتوں کا کفیل سہی مگر موجودہ زمانے میں جب معاشی بدحالی اور مہنگائی اپنے عروج پر ہے تو ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے اپنی خاندانی اور گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ آج کی خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں۔ اس مقصد کے تحت اسے مختلف پیشوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جہاں اسے مختلف رویوں کو بھی برداشت کرنا ہے اور اپنی عزت نفس کا تحفظ بھی کرنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بناء پر عورت گھر سے باہر نکلنے پر مجبور ہوئی۔ کیا شریعت اسے اس بات کی اجازت دیتی ہے اور یہ اجازت مساوی حقوق کی بنیاد پر ہے یا نہیں۔ قرآن پاک میں سورۃ الأحزاب میں اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ:

''اور تم (عورتیں) اپنے گھروں میں باوقار طریقے سے رہا کرو اور پرانے جاہلی طریقے پر (بناؤ سنگھار کر کے) اپنے آپ کو دکھاتی نہ پھرا کرو''

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے حدیث مروی ہے کہ:

''ایسا ہوا ام المومنین سودہ بنت زمعہ ایک رات کو باہر نکلیں حضرت عمرؓ اُن کو دیکھ کر کہنے لگے، سودہ ہم نے تمھیں پہچان لیا تم اپنے تئیں چھپا نہ سکیں وہ یہ سن کر آپؐ کے پاس آئیں اور آپؐ سے بیان کیا جو عمرؓ نے کہا تھااس وقت آپؐ میری کوٹھری میں بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے آپؐ کے ہاتھ میں گوشت کی ہڈی تھی اس وقت آپؐ پر وحی اترنے لگی پھر یہ حالت جاتی رہی اور آپؐ فرما رہے تھے کہ (عورتوں) اللہ تعالی نے تم کو کام کاج کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دی۔(باب:116 ،ص: 935، بخاری)

حضرت سودہ طائف سے لائی کھالیں درست کرتی اور ان کو دباغت دیتی تھیں۔[۱]

اب ہمارے پہلے سوال کا جواب تو مل گیا کہ جی ہاں شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے اور یہ اجازت خود اللہ تعالی نے مرحمت فرمائی ہے کیونکہ جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حدیث قدسی ہے۔[۲]

اب ہم اس اجازت کو استنباط احکام کے ذریعے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے اللہ کی مدد کے طلبگار ہیں۔ سب سے پہلے یہ نظر میں رکھنا ضروری ہے کہ کام کاج کے لفظ کو مخصوص کاموں سے مقید نہیں کیا گیا ہے، اوقات کو متعین نہیں کیا گیا ہے اور اس ضمن میں عورت پر کسی طرح کی بھی سختی یا پابندی کا کوئی پہلو بھی نہیں نکلتا ہے۔ اب ہم اسی سوال کے اگلے حصے کی طرف آتے ہیں کہ کیا شریعت کی یہ اجازت مساوی حقوق کی بنیاد پر ہے یا نہیں؟

قرآن پاک میں زندگی کے عائلی پہلو سے متعلق جتنی بھی آیات آئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک تعالی نے عبادات، اجر و ثواب، عمل، حصول علم اور حقوق میں مرد و عورت کے مابین کہیں بھی کوئی بھی فرق روا نہیں رکھا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ

بہشت میں داخل ہونگے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہیں ہو گی'' (النساء:124)

''مردوں کو ان کے کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیئے اور عورتوں کو ان کے کاموں کاثواب ہے جو انہو ں نے کیے''(النساء:32)

''اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے'' (البقرہ:228)

تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کر تا تم ایک د وسرے کی جنس ہو۔ (آل عمران:195)

حتی کہ جب سزا کی بات ہے تو بھی عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں سورۃ النور میں ارشاد ہے کہ: ''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد(جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔(النور:۲)

پھر سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے :

''اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے خدا زبردست اور صاحب حکمت ہے'' (سورۃالمائدہ:۳۸)

یہاں ذرا صاحبِ حکمت کے لفظ کو یاد رکھیے گا اور غور کیجیے کہ اگر اللہ تعالی نے عورت کو فکرو تدبر و ذہانت میں کم بنایا ہوتا تو اللہ سے بڑھ کر زبردست، صاحب حکمت اور انصاف کرنے والا کون ہے وہ خود ہی سزا میں بھی نرمی کا پہلو رکھتا لیکن معاشرتی زندگی کے ان جرائم سے متعلقہ جن کا تعلق اللہ کی عطا کردہ سب سے بڑی نعمت ''عقل'' سے ہے کہ جس کے ذریعے اپنے لئے صحیح اور غلط کی پہچان کی جاتی ہے اورحق و باطل میں سے صحیح راستہ اختیار کیاجا سکتا ہے وہاں عورت کو مساوی درجہ دیا ہے ہاں اگرعورت اور مرد کے مابین کوئی فرق رکھا ہے تو قرآن پاک کی سورۃ بقرۃ ۲۲۸ میں رب تعالی فرماتے ہیں کہ:

''البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے''(البقرۃ:۲۲۸)

اور پھر قرآن پاک کی بہترین تفسیر قرآن پاک ہی کے مصداق سورۃ نساء میں اس کی وضاحت بھی کر دی کہ:

''مرد محافظ نگران ہیں خواتین پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالی نے مردوں کو خواتین پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت

آرام کے لیے) پھر نیک عورتیں تابعدار ہوتی ہیں کہ مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ کی مدد سے (ان کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔'' (النساء:۳۴)

یہاں 'الرجال قوامون' کا لفظ استعمال ہوا ہے کسی چیز کی ضروریات کو مہیا کرنے والے، اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے والے اور اس کی اصلاح اور درستگی کے ذمہ دار کو عربی میں قوام کہا جاتا ہے۔[۳] غرض کہ مرد کو محافظ و نگہبان و مصلح بنا کر اور پیسہ خرچ کرنے کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے مرد معاملہ فہم، جسمانی طور پر قوی اور دور اندیش ہے یہاں پر کہیں بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ نے عورت کو دوسرے درجہ اور ناقص العقل قرار دیا ہے ورنہ آیت کے اگلے حصے کے مطابق اسے مرد کی غیرموجودگی میں اس کے (آبرو اور مال) کی حفاظت کا ذمہ نہ سونپا جاتا۔ مال و آبرو کی حفاظت وہی شخص کر سکتا ہے جس میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے غرض کہ کہیں بھی فکرو تدبر کی صلاحیتوں میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا البتہ بعض میں یہ صلاحتیں بدرجہ اتم زیادہ پائی جاتی ہیں ورنہ ہمارے فقہ کی ایک تہائی حصے کی بنیاد حضرت عائشہؓ کے فکرو تدبر پر نہ ہوتی۔

دوسری طرف ہمیں اس بات پر بھی نظر ثانی کرنی ہو گی کہ یہ ''مساوات'' کی اصطلاح مغرب کی متعارف کردہ ہے جبکہ اسلام انفرادیت پر زور دیتا ہے اس کائنات میں پائی جانے والی ہر مخلوق اپنی ایک انفرادی حیثیت اور مقام رکھتی ہے اور جب اسے اپنی انفرادی حیثیت اور مقام سے ہٹا دیا جائے یا اس مقام کے عین مطابق سلوک نہ کیا جائے تو پھر یہ ظلم کے زمرے میں آجاتا ہے[۴] اور حضرت علیؓ کا قول بھی ہے کہ کفر پر مبنی حکومت تو چل سکتی ہے پر ظلم و نا انصافی پر مبنی حکومت نہیں چل سکتی[۵] اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہم ایک غیر مساوی اور غیر منصفانہ رویہ صنف نازک سے اپناتے ہیں اور یہیں سے اس کی مشکلات کی ابتداء ہوتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ایک حدیث رقم ہے کہ:

''اپنے گھروں سے چمٹی رہو، بلا ضرورت باہر نہ نکلو''[۶]

اس حدیث میں ''**لغیر الحاجته**'' یعنی بلا ضرورت کا لفظ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اب

ہم ان اسباب کی طرف آتے ہیں جن کی بناء پر ایک مسلمان عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آتی ہے جیسا کہ بعض ناگہانی آفات کے نتیجہ میں بیوگی، طلاق، ولی کا نہ ہونا وغیرہ یا پھر عورت کا تنہا ہونا یا ورثہ کا نہ ملنا اور مہر وغیرہ جیسے حالات میں شریعت کیا حکم عائد کرتی ہے۔ قرآن پاک میں مطلقہ سے متعلق احکامات کے تحت سورۃ البقرہ میں ہے:

''اور مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق فائدہ پہچانا پرہیز گاروں پر واجب ہے'' (البقرہ:۲۴۱)

سورہ نساء میں ارشاد ہے:

''اور تم ان میں سے ایک کو (جسے تم چھوڑنا چاہتے ہو) ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو'' (النساء:۲۱-۲۲)

بیوگی کی صورت میں سورۃ بقرۃ کی آیت۲۴۰،۲۳۴میں پسندیدہ کام نکاح کو قرار دیا گیا ہے۔

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو انہیں اپنی بیویوں کے لیے سال بھر کے لیے گزارہ کے واسطے وصیت کرنی چاہیے گھر سے باہر گئے بغیر، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ عورتیں اپنے حق میں دستور کے موافق کریں، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ (سورۃ بقرہ:۲۴۰)

''اور جو تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو چار مہینے دس دن تک اپنے نفس کو روکنا چاہیے، پھر جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے'' (سورۃ بقرہ:۲۴۰)

اسی طرح مہر کے بارے میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''تو دو ان کو ان کے مہر جومقرر ہیں" (النساء:۲۴)

مہر عورت کا حق اور معاشی تحفظ بھی ہے اگر کوئی عورت اپنا مہر معاف کر دے اور پھر کسی وجہ سے دوبارہ طلب کرے تو قاضی شریح کے مطابق شوہر کو وہ ادا کرنا ہو گا۔۷

آیئے اب ہم ذرا اپنے موجودہ معاشرہ پر نظر ڈالیں اسلام تو یہ کہہ رہا ہے کہ ڈھیروں مال بھی دے چکے تو واپس نہ لو یہاں تو اکثر اوقات عورت سے اس کا اپنا زیور بھی واپس لے لیا جاتا ہے پھر اللہ فرما رہا ہے کہ ان کو اپنے پسندیدہ شوہروں سے نکاح

کرنے سے مت روکو یہاں تو طلاق ہی اس بات پر دی جاتی ہے کہ عورت دوسری شادی نہ کرے گی ورنہ اس سے بچے واپس لے لیے جائینگے اور مہر کو تو باسانی خلع کا نعم البدل بنا لیا جاتا ہے کہ عورت حق مہر معاف کردے اسے خلع مل جائے گی اسی طرح کبھی ونی کر کے یا جہیز کو وراثتی حصہ کا نام دے کر عورت کو اس کے وراثتی حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت قانون قصاص و دیت کے تحت عورت کو بحثیت ولی مقتول کو قصاص لینے کا حق بھی دیتی ہے۸ جبکہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 313 کے مطابق اگر ولی نا بالغ یا مجنون ہو تو ماں، دادی یا نانی کو قصاص لینے کا حقدار نہیں قرار دیا گیا۔

اب ان تمام مسائل کی موجودگی میں عورت اپنا اور اپنے بچوں کا معاشی تحفظ کیسے کرے گی سوائے گھر سے باہر نکل کر روزی کمانے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں غرض کہ شریعت تو عورت کو بھر پور تحفظ فراہم کر رہی ہے پر وہ احکامات نافذالعمل نہیں ہو رہے اب ایسی صورت میں ہمیں شریعت ہی راستہ بھی دکھا رہی ہے۔ حدیث شریف کے مطابق حضرت جابر ابنِ عبداللہ انصاری کی خالہ کو طلاق ہوئی تو رسولﷺ نے انہیں کھیتوں میں جانے اور کھجوروں کے درخت کاٹنے کی اجازت دیتے ہوئے کہا کہ: "**اخرجی فجدی نخلک لعلک ان تصدق منه او تفعلی خیرا**-----" آپ باہر جا کر کھیتوں میں کام کاج کیا کریں اور کھجور کے درخت کاٹا کریں تا کہ اس آمدنی سے صدقہ کریں اور بھلائی کرسکیں۔۹ گویا رسولﷺ نے طلاق کے بعد عورت کو کام کر نے کی اجازت دی ہے اب ذرا معاشرے کے دوسرے مسائل کی طرف نظر ڈالیے آج کل کا اہم ترین مسئلہ بیروزگاری ہے، یا اتنی کم آمدنی ہے کہ گزارہ ہی ممکن نہیں تو اسی ضمن میں حدیث شریف ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودکی بیوی زینب اور ابی مسعود کی بیوی زینب رسولﷺ کے پاس آئیں اور دریافت کیا کہ کیا وہ اپنی آمدنی خاوندوں پر خرچ کریں اس پر رسولﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دوہرا اجر ہے صدقے کا اور رشتے داروں سے حسن سلوک کا۔۱۰ اور پھر یہ بھی ایک صورت حال ہے کہ زوجین کے مابین زبردست لڑائی ہوتی ہے شوہر کے بجائے بیوی کماتی ہے یا شوہر کماتا تو ہے پر خرچ نہیں کرتا تو اس سے متعلقہ عہد نبوی میں خولہ

بنت ثعلبہ کا واقعہ درج کرتی ہوں کہ ان کی اپنے شوہر سے زبردست لڑائی ہو گئی تو آپ کے شوہر نے غیر ارادی طور پر آپ کو ماں کہہ بیٹھے۱۱ رسولﷺ تک جب یہ معاملہ پہنچا تو آپﷺ نے فرمایا بیوی سے الگ رہو پھر آیت نازل ہونے کے بعد کفارہ کی ادائیگی کے تینوں طریقے بیان کر دیئے تو خولہ نے فرمایا کہ ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں وہ تو بہت مسکین شخص ہیں پھر رسولﷺ نے فرمایا کہ کفارہ کی ادائیگی کے لئے آدھی کھجوریں میں دیتا ہوں تو ثعلبہ نے کہا بہتر آدھا وثق میں دے دوں گی تو رسول نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا ۱۲

متفق علیہ حدیث ہے کہ ''اور عورت اپنے شوہر کے گھر، اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا'' ۱۳

سبحان اللہ نصوص ہی ہمیں اس جواب دہی کے لیے ناصرف دلائل فراہم کر رہی ہے بلکہ اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوے راہ یابی کے سامان بھی مہیا کر رہی ہے۔ اور خاندان کی ان دونوں بنیادوں کے مابین ایک توازن کو برقرار رکھنے پر زور دیتی ہے۔ ڈاکٹر فرح۱۴ کے مطابق:

> دراصل عورت اور مرد کا فرق ،ان میں ایک تناؤ اور شدت، محبت اور نفرت یہ تخلیق کار کی عنائیت کردہ ہے اس میں خوبصورتی، بدصورتی وقت اور حالات کی پیدا کردہ ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اچھی اور بہتر بات کو فروغ دیا جائے اور مثبت طرز عمل اختیار کیا جائے تا کہ خلیج کم ہو اور معاشرہ مستحکم ہو۔

اب میں اپنے مقالہ کے اس پہلو کی طرف آتی ہوں کہ مختلف پیشے اختیار کرنے کے بعد خواتین کو اپنی صلاحیتوں کو ایک فعال رکن کے طور پر منوانے کے لیے کن کن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جیسا کے مخلوط ماحول میں مہارت طلب فنون میں مردسے بلند نہ سہی برابری کی سطح پر ہی اپنی حیثیت کا منوانااور اس سے متعلقہ درپیش مسائل کو چیلنج سمجھ کر قبول کرنا، مردوں کے مقابلے میں کم تنخواہ پانا، ذرائع آمدورفت کی سہولیات کا نہ ملنا، زیادہ بہتر پیشے کا تعین کر نا وغیرہ۔ اس کے علاوہ مختلف حیلوں سے مثلا مدد کے صلے کے طور پر غلط مفاد کا حصول، دست درازی اور جملے کسنا، آنکھوں کے اشارے ہوں یا ذومعنی گفتگو یا

اس کو کمتر اورکم فہم مخلوق سمجھنا سب ہی عورت کی تذلیل اور اس کے لیے اذیت کا باعث بنتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کے دور میں مسلم معاشرہ میں ایک فعا ل رکن کی حیثیت کے طور پر اپنے آپ کو منوانے کے لئے پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں مصروف خاتون اسلامی معاشرے میں کامیاب تصور کی جاتی ہے یا "ناکام ماں" کا لقب پانے کے ساتھ ساتھ گھر کے ٹوٹ جانے کا سبب بھی اسے ہی گردانا جاتا ہے مزید یہ کہ ان حالات میں عورت کیا دوہری ذمہ داریوں کا بوجھ خوش اسلوبی سے ادا کر پا ئے گی؟

پاکستان کی دیہی (شعبہ زرا عت) اور شہری عورت (معا شیات سے وابستہ)کے حقوق میں پایا جا نے والا واضح تفاوت کے با وجود اکثریت کا ذہنی اور جسمانی تشدد کا شکار ہو نا بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے،جسمانی تشدد پر باقا عدہ قانو ن بنائے جا چکے ہیں جو کہ عورت کو کسی نہ کسی حد تک تحفظ بھی فراہم کر رہے ہیں جسم تو فانی ہے اس پر لگائے گے زخم بھی فانی جو علاج معالجے سے بھر جاتے ہیں مگر ذہنی اذیت روح کوگھا ئل کر دیتی ہے، اور روح امراللہ ہے لحا ظہ ابدی ہے۔ اس پر لگے گھاؤ کے احتساب کے لیے آج تک کوئی قانون نہ بن سکا یہ بھلا کیسے معاف ہونگے-بہرحال یہ تمام وہ رکاوٹیں ہیں جو عورت کی خود اعتمادی، اس کی بروقت صحیح فیصلہ کرنے کی قوت اور اس کی یقین کی کیفیت کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیتی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کون سی قوتیں، اصلا حات اور قوانین ہیں جو عورت کو ایک خاص قوت عطا کریں گے اور اس کو تحفظ فراہم کرینگے ہم جانتے ہیں کہ اسلا می معاشرے میں اللہ تعالٰی نے مرد کو عورت کا ''قوام'' بنایا ہے تو بات بلواسطہ انہیں تک پہنچ گئی کہ مرد ہی اسلامی معاشرے میں ایسے اصول وضوابط بنانے میں معاون اور ایسی اصلاحا ت کے نفاذ میں مددگار ہو گا جو عورت کی خود اعتمادی اور تحفظ کے ضامن ہونگے مزید براں ایسے قوانین کو بنانے میں عورت کی اپنی حیثیت دائیں بازو کی سی ہوگی اور یہ دونوں ملکر ایسے قوانین بنا سکتے ہیں جو کہ ان عورتوں کو بھی تحفظ فراہم کرینگے جو براہ راست اس سارے عمل میں شامل نہیں ہیں جیسے کہ حضرت عمرؓ نے فوجیوں کی گھر واپسی کی مدت کا تعین حضرت حفظہ

سے مشورے کے بعد کیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ میں حضرت ام سلمہؓ کا وہ مشورہ کہ صنف نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم و الشان مثال نہیں پیش کر سکتی جب صلح کے بعد رسولؐ نے حدیبیہ میں قربانی کا حکم دیا تو لوگ اس قدر دلبرداشتہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا کیونکہ بظاہر معاہدہ کی تمام شرائط مسلمانوں کے خلاف تھیں اس لیے تمام مسلمان رنجیدہ اور غصے میں تھے آپؐ گھر تشریف لے گیے اور حضرت ام سلمہ سے شکائت کی تو انہوں نے کہا آپ سے فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا لوگوں نے جب دیکھا تو سب نے ایسا ہی کیا ہجوم کا یہ ہال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑ تا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔[۱۶]

ام المومنین کی یہ رائے ایک طرف تو علوم القران کے ایک اہم ترین علم ''علم النفس''[۱۷] کی وضاحت کرتا ہے دوسرے اس سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ آپ انسانی فطرت سے بخوبی واقف تھیں۔

تاریخ انسانیت میں ایک اور اہم مثال حضرت خدیجہؓ کی ہے جنھوں نے انسانیت کی بقاء و فلاح وبہبود کے لئے رسولؐ کے مشن پر اپنا تمام اثاثہ قربان کر دیا۔ابن ہشام اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ آپ نے اپنے والد کے قتل کے بعد ان کی تجارت کو باطریق احسن سنبھال لیا اور اپنے متفکر اور زیرک ذھن کی بنا پر اپنے سرمایہ کو روز افزوں کرنا شروع کردیا آپ کی تجارت با تجربہ اور با کردار افراد کے توسط سے عرب کے گوشہ وکنار تک پھیلی ہوئی تھی روایت کی گئی ہے کہ ہزاروں اونٹ آپ کے کارکنان تجارت کے قبضہ میں تھے جو مصر ،شام اور حبشہ جیسے ممالک کے اطراف میں مصروف تجارت تھے۔[۱۸]

مکہ میں بھی رواج تھا کہ لوگ نفع میں مقررہ شرح سے شرکت کی بنیاد پر دوسرے لوگوں کے ذریعے بھی تجارتی کاروبار کرتے تھے جس کو فقہی اصطلاح میں مضاربت کہا جاتا ہے اپنے والد اور شوہر کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔

ایک طرف تو حضرت خدیجہؓ کا عرب کی تجارت میں ایک اہم مقام اور پھر رسولؐ کا ان کو بھرپور تحفظ فراہم کرنا، حضرت خدیجہؓ کی ہر عملی جدوجہد کو سراہنا اور اب رسولؐ کے حضرت ام سلمیٰؓ کے مشورے پر عمل کرنے نے مسلمانوں کی تاریخ میں مسلم معاشرے میں خواتین کی عملی جدوجہد اور ان کی قدرو منزلت کو ایک نیا موڑ دیا لہٰذا ہم اسلامی تاریخی کتب[۱۹] میں بیشمار ا یسی صحابیات کا ذکر پاتے ہیں جن کا تعلق مختلف علوم و فنون سے رہا تھا جیسے کہ طب اور جراحی میں رفیدہ اسلمیہ جن کا خیمہ مسجد نبوی کے پاس تھا اور جس میں جراح خانہ بھی تھا۔بعض صحابیات عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا۔مدینہ میں عموماً انصاری خواتین کاشتکاری کرتیں تھیں۔مہاجر خواتین میں حضرت اسماء کا بھی یہی مشغلہ تھا۔تجارت میں حضرت خدیجہ کے علاوہ حضرت خولہ، ملیکہ ثقفیہ، اور بنت مخریہ عطر کی تجارت کرتی تھیں سلا ئی کو ذریعہ معاش بنا نا عام تھا ۔حضرت زینب بھی دستکار تھیں۔ غرض کہ مسلم خواتین کا ہماری تاریخ میں ہمیشہ ہی سے ایک اہم کردار رہا ہے جبکہ مذہبی اور ثقافتی پاسداری پر بھی کوئی آنچ نہیں آنے دی ہے ۔

اسی روش پر چلتے ہوئے موجودہ دور کی مسلم خواتین بھی پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں اپنا بھرپو ر کردار ادا کر رہی ہیں اور ایک روشن مستقبل کے حصول میں کوشاں ہیں اس ضمن میں ان ایرانی خوا تین کی کامیابیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو بڑی خوش ا سلوبی سے اسلامی لباس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ترقی کے مناز ل طے کر رہی ہیں۔ جنہوں نے 2016 کے اولمپک میں حجاب پہن کر شرکت کی اس کے علاوہ چیس کی کھلاڑی اٹوسا پور کاشیانی جس نے وومن گرینڈ ماسٹر کا خطاب پایا۔ اسکے ساتھ ساتھ ایرانی خاتون مرزاخانی جس نے علم حساب میں نوبل پرائز حاصل کیا اور مغرب میں پایا جانے والا ایک عمومی خیال کہ عورت ایک اچھی حساب دان نہیں ہوتی کو غلط کر دکھایا اور اسی معاشرہ کی ایک اور قابل تحسین مثال شیریں عبادی ہے جس نے نوبل امن پرائز حاصل کیا۔ اسی طرح ا مریکن مسلم ڈیلیا مجاہد جو گیلپ سنٹر آ ف مسلم سٹڈیز کی ایگزیکٹیو ڈاریکٹر ہے اور عصر حاضر کے مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے بین الاقوامی سطح پر کام کر رہی ہیں۔

عسکری سطح پر جہاں ہماری تاریخ حضرت اسماء، حضرت صفیہ، ام المؤمنین حضرت جویریہ اور دیگر صحابیات کے جوانمردی کے حیران کن کارناموں سے روشن ہے وہاں عصر حاضر کی بدنام زمانہ دہشت گرد جماعت آئی ایس آئی ایس کے خلاف جہاد کرنے والوں میں کردش مجاہدہ ''پیش مرگاہ'' اور عراقی مجاہدہ ''امیئہ نجی الجبارہ'' کی بہادری کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح متحدہ عرب امارات کی مریم المنصوری جنہیں پہلی فایٹر پائلٹ بننے کا اعزاز حاصل ہے۔

حفاظت اسلام کے اہم ترین فرض کی ادائیگی میں حضرت عائشہؓ کی عملی جدوجہد اور فقہی فراست سے کون واقف نہیں۔ آپ ہی کی پیروی اختیار کرتے ہوئے بارہویں صدی عیسوی میں فاطمہ ثمرقندی نے علم فقہ میں وہ مقام حاصل کیا کہ آج تک اس پائے کی فقیہ خاتون سامنے نہیں آسکی۔آپ کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ آپ کے شوہر علاؤالدین الکاسانی تھے جو کہ اپنے وقت کے خود بہت بڑے فقیہ تھے مگر اکثر مسائل میں اپنی اہلیہ سے مشورہ لینے کے بعد فتوی دیتے۔اپنی فراست کے باعث آپ نورالدین زنگی بادشاہ کی نہایت قابل اعتبار مشیر بھی تھیں۔اسی طرح سعیدہ وارثی جنہیں مملکت برطانیہ کی کابینہ میں پہلی مسلمان منسٹر بننے کا اعزاز حاصل ہے اور یہاں سمعیہ جبراتی کا ذکر بھی ناگزیر ہے جنہیں سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی خاتون چیف اڈیٹر بنا یا گیا جس نے سعودی عرب کی خواتین سے متعلقہ قوانین کو ایک نیا موڑ دیا اور اسی طرح بیشمار وہ خواتین جنہوں نے مسلسل اور مستقل جدوجہد کے ذریعے خواتین کے لئے ہر شعبے تک رسائی کو ممکن بنا دیا ہے۔

اختتامیہ

ہم جانتے ہیں کہ تاریخ ہمیشہ اپنے حال سے منسلک رہی ہے اور مستقبل کوبھی حال سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا مسلم خواتین کےعظیم الشان کام خواہ ماضی سے متعلقہ ہوں یا حال سے خواتین کے روشن مستقبل کے ضامن ہوتے ہیں۔ عالم اسلام میں اگرچہ خواتین تھوڑی تعداد میں سرگرم عمل ہیں مگر اللہ کے فضل سے زیادہ تر ان میں محنتی، ذہین اور اپنے کام

میں مہارت رکھتی ہیں۔قوی امید ہے کہ جیسے جیسے راستوں کی دھند ہٹتی جا ئے گی منزل کے نشان واضح ہوتے جائنگے اور موجودہ خواتین ِاسلام آئندہ کی تاریخ اسلام کے لیے بہترین مثال ثابت ہونگیں۔

حوالہ جات

۱۔ اسدالغابہ، اثیرجزری، ج:5 ،دارالمعارفہ، بیروت ، لبنان،ص۴۴۰۔

۲۔ لغوی طور پر ہرنئ چیز کو حدیث اور پاک چیز کو قدس کہتے ا صطلاحًا رسول اللہ کا وہ فرمان ہے جس کی نسبت آپ نے اللہ تعالی کی طرف کی ہو۔

۳۔ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القران، ج:1، ضیاء الاقرآن پبلیکیشنز، لاہور،ص۳۴۱۔

۴۔

4- A Human Weakness According to the Quran :Tyrannizing The Nafs, Hassan Kamil Yilmaz, 2010 –May/Apr, issue : 022, page :013

۵۔ حضرت علیؓ، نہج البلاغہ، karb.la / category / iqwal ky Ali lmam / page/ 3

۶۔ ایضاً۔

۷۔ تفسیر ابن کثیر 3/482

۸۔ عابدہ علی، اورعورت قرآن وسنت تاریخ کے آ ئینے میں، س:386، کتب خانہ قرآن منزل، لاہور

۹۔ قانون قصاص ودیت ایک تجزیہ، ریسرچ سیل وومن ایڈ ٹرسٹ سیل پاکستان، 2011،ص۳۸۔

۱۰۔ ابوداودسنن: سنن، المجلد الثانی، کتاب الطلاق، باب فی المبتو تہ تخرج با لنھار، حدیث 2297،۲۸۹۔

۱۱۔ الاصا بہ فی تمیز الصحا بہ، ابن حجر عسقلانی ، الجزء الرابع،ص۳۱۹۔

۱۲۔ زمانہ جاہلیت میں عرب اپنی بیویوں کو اسطرح سے کہہ دیتے تھے اسے ظہار کہتے ھیں اور پھر سمجھتے تھے کی عورت اپنے خاوند پر حرام ہوگئی یہ واقعہ رسولﷺ کے زمانہ میں ہوا تو اس کے بارے میں سورۃ مجادلہ کی آیات نازل ہوئیں ظہار کو نا جائز اور گناہ قرار دیا گیا اور کفارہ کا حکم آیا۔ تو ان کے شوہر کے پاس کفارہ ادا کرنے کے بھی پیسے نہ تھے کہ ان کی زوجہ خرچہ چلاتی تھیں۔

۱۳۔ ابو داود، کتاب الطلاق، باب فی ظھار، ح۲۲۱۴۔

۱۴۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، با ب قولہ تعالی(اطیعوالله و اطیعالرسول اولی الامر منکم)

رقم الحدیث ص ص۱۳۷،۱۳/۱۱۱

۱۵۔ ڈاکٹر فرح گل بقا ئی مجلّہ تاریخ ثقافت پاکستان، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت قائداعظم یونیورسٹی کی مدیر اعلی ہیں اور معاشرتی مسائل پر ایک عمیق نگاہ رکھتی ہیں۔

۱۶۔ ''کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر ہے'' (سورۃ اسراء۸۵)

۱۷۔ *صحیح البخاری*، کتاب ا لشروط۵۴، حدیث۱۹

۱۸۔ علامہ اقبال نے علومِ قرآن کی تقسیم ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے کی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال نے حکیم عرشی امرت سری سے ایک بار دورانِ گفتگو فرمایا کہ ''علم کے چار ذریعے ہیں اور قرآن مجید نے ان چاروں کی طرف رہ نمائی کی ہے۔ مسلمانوں نے ان کی تدوین کی اور دنیائے جدید اس باب میں ہمیشہ مسلمانوں کی منت کش رہے گی۔ پہلا ذریعہ وحی ہے او ر وہ ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا ذریعہ آثارِ قدیمہ اور تاریخ ہے جس پر قرآن کی آیات متوجہ کر رہی ہیں۔ ''سیروا فی الارض''، اس آیت سے علمِ آثار کی بنیاد رکھ دی جس پر مسلم مصنّفین نے عالی شان قصر تعمیر کیے۔ ''ذکّر ہم بایّام اللہؔ''، یہ آیت تاریخ کا ابتدائی نقطہ ہے جس نے ابن خلدون جیسے باکمال محقق پیدا کیے۔ علم کا تیسرا ذریعہ علم النفس ہے جس کا آغاز ''وفی انفسکم افلا تبصرون'' سے ہوتا ہے۔ اس علم کو حضرت جنید بغدادیؒ اور ان کے رفقاء نے کمال تک پہنچایا۔ آخری ذریعہ صحیفہ فطرت ہے، جس پر قرآن کی بے شمار آیات دلالت کر رہی ہیں، مثلاً ''والی الارض کیف سطحت''۔ اس پر علماء اندلس نے بہت توجہ مبذول کی۔ (اس کے بعد) علامہ اقبال نے کہا کہ موجودہ دنیا اپنے تمام علوم و تہذیب اور صنائع و بدائع سمیت مسلمانوں کی مخلوق ہے

۱۹۔ *ماہنامہ البیان*، امرت سر، دسمبر۱۹۳۶ء

۲۰۔ *سیرہ ہشام*، ج:1 ، دارالمعرفہ بیروت لبنان،ص۳۳۸۔

۲۱۔ *سیرالصحابیات مع اسوہ صحابیات*، شعید انصاری و سلیمان ندوی، مکتبہ الخیر،۲۰۰۶ء،لاہور،ص۱۲۔

۲۲۔ *اسدالغابہ*، اثیرجزری، ج۵، دارالمعارفہ، بیروت، لبنان، ص۴۶۵۔